The Thematic Analysis of Azad Mehdi's Novels

آزاد مہدی کے ناولوں کا موضوعاتی جائزہ

Muhammad Ijaz*[1]
Visiting Lecturer, Department of Urdu, Govt Associate College Pencera Faisalabad. .
Ghulam Mustafa*[2]
PhD Scholar, Department of Urdu, Govt College University, Faisalabad

محمد اعجاز*[1]
وزٹنگ لیکچرار، شعبہ اردو، گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج پینسرہ، فیصل آباد
غلام مصطفیٰ*[2]
پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Correspondance: ijazaheer779@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 28-01-2025
Accepted:23-03-2025
Online:28-03-2025

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: Azad Mehdi is one of the most important contemporary novelists. His novels are diverse in terms of themes, his four novels have been published, which have inovative themes, His first novel is "Mere Log" and the second one is Dalal, third novel is "Os Musafar Khany Mae"and the fourth is "Ek Din ki Zindagi" These novels deal with the problems of the present day human behavior. In This article effort is made to analyse the themes of his novels.

KEYWORDS: Azad Mehdi, Contemporary, Untouchable, Theme, Novel, Literarture, Short story, Novelists.

آزاد مہدی کا شمار معاصر ناول نگارں میں ہوتا ہے۔ان کے ناولوں میں موضوعات کے لحاظ سے ایک تنوع موجود ہے۔ان کے اب تک چار ناول منظرِ عام پر آچکے ہیں۔جو موضوعات کے اعتبار سے اچھوتے ہیں۔پہلا ناول ''میرے لوگ'' ہے دوسرا ''دلال'' تیسرا ''اُس مسافر خانے میں'' اور چوتھا ''ایک دن کی زندگی'' ہے۔ان ناولوں میں موجودہ دور میں موجودہ مسائل اور انسانی رویوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔ان میں موضوع کے اعتبار سے رنگارنگی موجود ہے۔

اُردو ادب میں دوسری اصناف کی نسبت ناول کی پیش کش دوسری اصناف کی بدولت بہت دیر سے ہوئی۔ناول ایک ایسی صنف ہے جس میں آفاقیت پائی جاتی ہے۔یہ دنیا کی ہر زبان میں ہر ادب میں اہمیت رکھتا ہے۔ناول کا مقصد دلچسپی کے ساتھ ساتھ حقیقی زندگی اور اس کے مقاصد و مسائل کو کہانی کی صورت میں بیان کرنا ہے۔

> ''ناول ایک ایسا قصہ ہے جس میں ہماری حقیقی زندگی کا عکس نظر آتا ہے۔''(1)

ناول ادب کی نہایت اہم صنف بن چکی ہے۔اس کی تاریخ پر اگر نظر دوڑائی جائے تو بمشکل اڑھائی تین سو برس پرانی ہے۔ناول کا لفظ ''ناویلا'' سے نکلا ہے ناویلا اطالوی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی نیا کے ہیں۔ناول بنیادی طور پر مغربی ادب سے اردو ادب میں آیا ہے۔اس لیے اُردو میں بھی اس کو ناول سے موسوم کیا گیا ہے۔

آزاد مہدی کا شمار ان ناول نگاروں میں ہوتا ہے جو مسائل کو تخلیقی سطح پر اجاگر کرتے ہیں انہوں نے اپنے ناولوں میں تلخ سچائیوں اور برائیوں کو موضوع بنایا ہے۔مشاہدہ کی گہری وسطح اور ہنر مندی کے ساتھ تمام موضوعات کو بیان کیا ہے اس ناول میں بھی درمیانے طبقے اور غریب لوگوں کی زندگی کے اتار چڑھاؤ کو بڑے احسن طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مصنف کا تعلق خود اسی طبقے سے ہے۔یوں انہوں نے ان لوگوں کے مسائل کو بڑی باریک بینی سے دیکھا ہے۔آزاد مہدی کا تخلیقی شعور سماج سے نمو پاتا ہے۔ان کے ہاں موضوعات کا تنوع ملتا ہے۔جس میں مذہبی مسائل، جذبات، داخلی، خارجی مسائل دیکھنے کو ملتے ہیں۔ہم جس ماحول میں رہتے ہیں اس میں بہت سے پیچیدہ مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔لوگوں کے رویوں، مذہبی معاملات اور مرد عورت کی ازدواجی زندگی وغیرہ۔

اس ناول میں بھی اس طرح کی تمام برائیوں اور مذہبی لوگوں کی سفاکیت کو موضوع بنایا گیا ہے۔مذہب کے نام پر قتل کرنے والے ظالموں اور اقلیتوں کے ساتھ ہونے والے ظلم کو اجاگر کیا گیا ہے۔یہ ناول گاؤں کے لوگوں کی زندگی کا احاطہ کرتا ہے۔آزاد مہدی کا ناول ''میرے لوگ'' موضوعاتی حوالے سے قابل توجہ ناول ہے اس میں سماجی مسائل، نا انصافی، مذہبی تشدد پسندی، غربت اور عدم برداشت جیسے موضوعات کو نمایاں کیا گیا ہے۔

مذہب کسی بھی انسان کی پہچان ہوتا ہے۔ ہم ایک معاشرے میں رہتے ہوئے مذہب ہمارا اوڑھنا بچھونا ہوتا ہے۔ ہم جس ملک میں رہتے ہیں اس کی بنیاد اسلام کے نام پر قائم کی گئی ہے۔ ہمارا مذہب انسانیت کا درس دیتا ہے۔ بلا سوچ سمجھے کسی بھی فرد کا چاہے، وہ غیر مذہب ہی کیوں نہ ہو اس کا قتل ہم پر حرام ہے اور دین اسلام بھی اس بات سے سختی سے روکتا ہے۔ آزاد مہدی کا اس حوالے سے گہرا مشاہداتی مطالعہ ہے دورِ حاضر مذہب کے نام پر بلا وجہ ایک دوسرے کو قتل کر دینے کی فضا چلی ہوئی ہے۔ جہاں کہیں مذہبی فسادات جنم لیتے ہیں لوگ بغیر چھان بین کے ایک دوسرے کو قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ جنونیت کے اس دباؤ میں سچائی دب جاتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بلا وجہ کہیں لوگ اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر اس جنونیت کا کفارہ ادا کرتے ہیں۔

دورِ ماضی سے لے کر اب تک مفاد پرست لوگوں نے دین کی آڑ لے کر اپنے مفادات تک رسائی حاصل کی ہے۔ جس کا خمیازہ ہمیشہ مظلوم عوام کو بھگتنا پڑتا ہے۔ ناول نگار کے ہاں جو خاص بات دیکھنے کو ملتی ہے انہوں نے بڑے فنکارانہ انداز میں اکثریت اور اقلیت کے مابین فرق کو واضح کیا ہے انہوں نے یہ فرق واعظانہ طور پر نہیں بلکہ کرداروں کی زبان اور ردِ عمل سے واضح کیا ہے جس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے اکثریت کا دباؤ ہمیشہ اقلیت پر رہتا ہے۔ مصنف نے اقلیت پر مبنی لوگوں کی بے چارگی اور بے بسی کو بڑے والہانہ انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اقلیت پر اکثریت کا مذہبی، سیاسی، معاشی دباؤ رہتا ہے۔ آزاد مہدی اس بارے میں کچھ یوں لکھتے ہیں:

> ''کیا تم بھی اس انتہا پسندی سے واقف ہو اس کی فطرت کے متعلق جانتے ہو یہ اپنی آخر پر بغیر کسی ہنر کے زندہ نام کی کوئی شے ہے جو اپنے جواز کو انسانوں کے درمیان پھنکتی ہے بھگدڑ مچاتی ہے یہ بلا واسطہ انسان کا خاتمہ چاہتی ہے۔''(2)

ہمارے سماج میں مذہب کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ ہم چونکہ آزاد معاشرے میں رہتے ہیں۔ یہاں ہر آدمی مذہب کو اپنے نقطہ نظر سے اہم سمجھتا ہے۔ دیہاتوں میں لوگ کم پڑھے لکھے ہوتے ہیں تو وہاں مذہبی تعصب اور عدم برداشت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ہر دور میں مذہب نے تبدیلی کے حوالے سے اہم کردار ادا کیا ہے۔ صرف ہمیں بولنے کے لیے تعلیم کی شمع جلانے میں بھی مذہب پیش پیش رہا ہے مذہبی تعلیم ہماری زندگی کو بہت حد تک متاثر کرتی ہے۔ مذہب نے ہی انسان کو شعور اور اخلاقیات سکھائی۔ ہم آج کے دور میں رہ رہے ہیں اس میں اخلاقی قدریں نظر انداز کی جا رہی ہیں۔ فرقہ پرستی اور نفرت نے لوگوں کو تقسیم کر دیا ہے۔ اس حوالے سے آزاد مہدی ایک جگہ لکھتے ہیں:

> ''جس قدر تقسیم ہوتی چلی جائے گی اذہان کی پسماندگی حصے میں آتی چلی جائے گی اور انسان کے پنپنے کو موخر کر دے گی پھر سوائے شر زور فشار کے حلقہ بندیوں سے کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔''(3)

مذہب اسلام انسانیت کا علمبردار دین ہے۔ ہر فرد سے حسن سلوک کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلامی ریاست میں اقلیتوں کو برابر کے حقوق دینے چاہیے ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے ہمارے نبی ﷺ نے بھی اس کی تعلیم دی ہے۔

جہاں ظلم ہوتا ہے۔ وہاں غیر منصفانہ تقسیم اور ناانصافی اور عدم برداشت جیسی برائیاں جنم لیتی ہیں آزاد مہدی کا تعلق چونکہ متوسط طبقے سے ہے۔ اس انہوں نے اس طرح کے مسائل کو بڑے غور سے دیکھا ہے اور اپنے ناول ”میرے لوگ“ میں بھی بیان کیا ہے۔ اس ناول کا تعلق بھی گاؤں کی زندگی سے ہے جو مذہبی انتہا پسند لوگ اقلیتی لوگوں کو بلا وجہ ظلم و جبر کا نشانہ بناتے ہیں۔ وہ غریب لوگ اپنے مذہب سے زیادہ اپنے جانوں اور پیٹ کی فکر کرتے ہیں ایسے میں جب مذہبی جنونی لوگ ان کی جان کے درپے ہو جائیں۔ توسعید جیسے باکردار لوگ موجود ہوتے ہیں مذہبی اور دنیاوی تعلیم حاصل کرنے والے بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو حق کی راہ پر چلتے ہیں۔ اس ناول غربت اور مفلسی کے بارے میں آزاد مہدی ایک جگہ کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

> ”اس کے پیٹ میں سخت گرمائش بھر چکی تھی اسے اپنے پیٹ خالی لگنے لگا تھا جیسے بھوک نام کی کوئی کیفیت ہو۔ مگر اس نام کی کوئی کیفیت ہو۔۔۔ وہ کوئی چیخ مارے، کسی کو بلائے، اسے ہمت ہی نہ رہی تھی۔ بس اس کمزوری میں اس کے پیچھے اندر کمرے میں جانے کی ضد پیدا ہو رہی تھی۔“(4)

غربت کے سامنے انسان بے بس ہو جاتا ہے۔ پھر وہ ننگے پاؤں ہو یا ننگے سر کہیں دھیان نہیں رہتا مفلسی کی وجہ سے انسان بے کسی کی تصویر بن کر رہ جاتا ہے۔ ایک اور جگہ ذات میں تین غربت کی تصویر کشی یوں کی ہے کہ مفلس عورت کا رنگ روپ مانند پڑھ جاتا ہے۔

آزاد مہدی کے ناولوں کے موضوعات میں ایک تنوع پایا جاتا ہے۔ انہوں نے ہر قسم کے موضوعات کو اپنے ناولوں میں ایک عمدہ پیرایہ سے بیان کیا ہے۔ اگر ان کے ناول ”میرے لوگ“ کو دیکھا جائے تو اس میں ایک موضوع ظلم کا ملتا ہے۔ جہاں ناانصافی ہوتی ہے وہاں ظلم ہوتا ہے۔ ہم جس معاشرے میں ایسے ہیں وہ ایک اسلامی معاشرہ ایسے معاشرے میں انصاف کی توقع زیادہ کی جاتی ہے۔ مگر ہر معاشرے میں کچھ شر پسند اور درندہ صفت لوگ موجود ہوتے ہیں۔ ہر معاشرے میں بُرے لوگ موجود ہوتے ہیں جو معاشرے کی اخلاقی قدروں کو کھوکھلا کرتے ہیں۔ ہر معاشرے انصاف کی بنیاد پر کھڑا ہوتا ہے۔ جہاں انصاف نہیں ملتا وہاں ظلم جنم لیتا ہے۔

آزاد مہدی نے اپنے نالوں میں معاشرے کی تلخ حقیقتوں کو بڑی باریک بینی سے بیان کیا ہے اس ناول میں بھی مذہبی ٹھیکے داروں اور اقلیتوں کے ساتھ برے سلوک کرنے والے جاہلوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔

اس ناول میں بھی ایک گاؤں کی کہانی بیان کی گئی ہے جو مذہب کی آڑ میں لوگ معصوم اور مظلوم لوگوں کا قتل کرتے ہیں۔ یہ سب مذہب کی حرمت پر کرتے ہیں۔ ہمارے معاشرے کی تلخ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم مذہب کے نام پر مٹ

مزے کو تو تیار ہیں لیکن مذہب کے مطابق زندگی گزارے کے لیے تیار ہیں ہمارا مذہب ایک بہت خوبصورت مذہب ہے جو امن کا درس دیتا ہے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ لیکن ہمارے لوگ دوسرے مذہب کے لوگوں کے ساتھ ہر گز ایسا نہیں کرتے ان پر ظلم و ستم کرتے ہیں ان کا قتل عام کرتے ہیں۔

آزاد مہدی یوں لکھتے ہیں:

> ''ایک قتل سے بڑھ کر اس نے اپنی مجروح انانیت کو محال نہیں کر لیا تھا؟ کیا قتل کے بعد اس سے پھر اسی اطمینان کی طرف لوٹنا تھا۔ جس میں وہ اب تھی۔''(5)

ناول کا مرکزی کردار سعید اقلیتوں کے لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ سعید اور اس کی بیوی جرات والے انسان ہیں وہ مذہبی جنونیت اور انتہا پسندوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ سعید پڑھا لکھا ہونے کی وجہ مظلوم کو ڈھال فراہم کرتا ہے اور اپنے دوست مورس جو دوسرے مذہب کا ہوتا ہے مگر انسانیت کا درد ہونے کی وجہ سے اس کی مدد کرتا ہے۔ ظلم اور ناانصافی کی داستان ایکاور جگہ مصنف کچھ یوں بیان کرتا ہے:

> ''مورس جانتا تھا کہ ان دونوں اس کے دوست کے حالات اچھے نہیں ہیں وہ اپنی قوم کے ساتھ بھی لگاؤ رکھتا ہے ان کے دکھ ن بھی اسے مایوس کر رکھا ہے۔ ان دنوں ان کا قتل ہونا معمول بن گیا ہے اور وہ ہجرت میں ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ اس کا ساتھ دوں اس کی جگہ خود قتل ہو جاؤں۔''(6)

ہمارے ماحول میں اور ہمارے معاشرے میں مذہب کا عنصر نمایاں رہا ہے جہاں مذہب قلبی سکون کا باعث اور خدا کی خوشنودی کا سبب بنتا ہے وہیں لوگ مذہب کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کرتے رہے ہیں فرقہ بازی کا استعمال ہوتا ہے۔ ان سب چیزوں کی وجہ سے دوسرے مذہب پر ظلم و ستم کی داستان کو ناول نگار میں بھی بیان کیا ہے۔

ظلم اور سختیاں انسان کو بے بسی کی تصویر بنا دیتی ہیں جب انسان کو مذہبی اور سماجی آزادی نہیں ہوتی تو وہ خود کو قید میں تصور کرتا ہے اور اپنے آپ کو لاچار اور مجبور سمجھتا ہے، کیونکہ انسانی فطرت ہے وہ جتنا آزاد ہوتا ہے وہ خود کو پر سکون محسوس کرتا ہے۔ اس عالم میں بے بس لوگ خوابوں کی دنیا میں کھوئے رہتے ہیں اور اپنی بچپن کی یادوں اور وطن کی محبت میں ہر وقت رہتے ہیں۔ وطن سے دوری کی کیفیت کو آزاد مہدی اس ناول میں بڑے فنکارانہ انداز میں بیان کیا ہے:

> ''پردیس میں اس کا احساس بجھ جاتا ہے کیونکہ صبح کا صحن اور شام کی چھت اس کے سر نہیں رہتی۔ وہ اپنا گھر تلاش کرتا ہے۔ جو اس نے اپنے ارد گرد بنایا ہوتا ہے آسمان و زمین صبح شام پہ انسان کے گھر ہیں۔''(7)

آزاد مہدی نے اس ناول میں ان لوگوں کی کہانی کو بیان کیا جن جلاوطن کر دیا گیا تھا کیونکہ وہ دوسرے مذہب سے تعلق رکھتے تھے اور مصنف نے ان کی وطن کی یاد کے بارے میں کیفیت کو بیان کیا ہے۔ بے بسی کی کیفیت اور ہجرت ایسے

لوگوں کو دکھی اور غمزدہ بنائے رکھتی ہے انسان ایک معاشرے کا حصہ بن جاتا ہے اور وہ معاشرہ جس میں اس کے جاننے والے موجود ہوں جس فضا میں آزادی محسوس کرے۔ وطن چھن جانا مذہبی آزاد کا نہ ہونا اور آزاد فضا کا نہ ہونا انسان کو اندر سے کھوکھلا بنا دیتی ہے۔ ایسے میں تنہائی اور بے بسی کی کیفیت تکلیف وہ ہوتی ہے۔ جو نا قابل برداشت ہوتی ہے۔

آزاد مہدی کا شمار ان ناول نگاروں میں ہوتا ہے جو معاشرے کی تلخ حقیقتوں کو سامنے لاتے ہیں ان کے ناولوں کے موضوعات روایتی قسم کے نہیں ہیں انہوں نے ہمیشہ انسانیت کے بارے میں لکھا ہے۔ آزاد مہدی کے ہاں موضوعات کا تنوع موجود ہے وہ کبھی عورت کے استحصال کی بات کرتے ہیں کبھی انسانیت پر ظلم اور ستم کی بات ہیں اس کے ساتھ ساتھ ان کے ہاں مذہبی شدت پسندی کے موضوعات دیکھے کو ملتے ہیں اس ناول میں بھی انہیں نے اس طرح کے موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔ انہوں نے دور حاضرہ میں پائے جانے والے مسائل کا چیدہ چیدہ ذکر کیا ہے لیکن ان کی توجہ بنیادی نکتہ نظر کی طرف رہی ہے اس انہوں نے دوسرے مسائل کو حدق تنقیدی بنایا ہے۔ جیسا کہ ناول ک شروع میں رملہ کا سر اس پر عاشق ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ مباشرت کرتا رہتا ہے۔ اس طرح کے مسائل آج کل دور حاضرہ میں بھی موجود ہیں۔ بوڑھے سر اپنی بہوں سے مباشرت کرنے پر تُلے رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ آزاد مہدی نے اس ناول میں مختلف موضوعات کو بڑے بہت خوبصورت انداز اور فنکارانہ انداز میں پیش کیا ہے۔

آزادی مہدی کے ناول کا موضوع جسم فرختکرنے والی عورتیں ہیں انہوں نے پیشہ ور عورتوں کی زندگی کو بیان کیا ہے۔ اس لیے لازم تھا اس میں جنس کا پہلو بھی آتا۔ اگر اس ناول کے کردار رملہ کو دیکھا جائے تو جب اس کا شوہر مر جاتا ہے تو اس کا سر اس میں دلچسپی بننے لگا تا ہے اور اس کے ساتھ مباشرت بھی کرتا ہے۔ آزاد مہدی نے رملہ اور اس کے سر کے درمیان جنسی لذت کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

> "اپنے لب میرے لبوں پر رکھ دیتا میرے پستانوں کو مسلتا تو مجھ پر بے خودی
> سی چھا جاتی۔ لذت کی شدت سے گھبرا کر میں اس کی کمر کی جلد بھینچے لگتی۔ یہ
> عمل کچھ دیر اندھیرے میں جاری رہتا۔" (8)

اس ناول میں آزاد مہدی یہ چیز بھی باور کروانا چاہتے ہیں ہم حواس اور جنسی لذت میں اس قدر کھو جاتے ہیں ہمیں رشتوں کی پہچان بھی بھول جاتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں بہوں اور سسر کا آپس میں جنسی تعلق کرنا ایک معمول بن گیا ہے:

> "اس کے پاس جانے سے مجھے لاشعوری طور پر اس کے ادھیڑ عمر ہونے کا
> احساس زیادہ گرمائش دینے لگتا۔۔۔ ایک روز میں نے واقعی اسے اپنا آپ
> سونپ دیا۔" (9)

اس ناول میں جنسی استحصال کے ایک نئے پہلو کو بھی اجاگر کیا گیا ہے کہ ایک بے بس اور لاچار عورت اپنی مرضی سے کچھ کر بھی نہیں سکتی ہے ایک عورت کا خاوند جب فوت ہو جاتا ہے تو اس کا سسر جنسی بے راہ رویوں کی شکل میں سامنے آنے

جاتاہے اس طرح صورت میں نہ تو ہمارا مذہب اجازت دیتاہے اور نہ ہی ہمارے معاشرے میں یہ رواج ہے لیکن یہ معاشرتی مسائل موجود ہیں جو ہمارے معاشرے کا حصہ بن گئے ہیں۔اس ناول میں بھی رملہ کے ساتھ اس طرح کے مسائل پیش آئے ہیں۔رملہ اور اس کا سسر رشتوں کی پہچان بھول کر جنسی لذت میں اس قدر کھو جاتے ہیں انہیں یہ بھی نہیں پتہ ان کا آپس میں کیا رشتہ ہے۔آزاد مہدی مہدی نے اس ناول جنس نگاری کے پہلو کو بڑے مکارانہ انداز میں بیان کیاہے جیسے رملہ اپنی کہانی سناتے ہوئے بیان کرتی ہے جو اس کا سسر اس کو چھوتا اور وہ جنسی لذت محسوس کرتی۔

''اس کے ہاتھ میں ایک ہلکا سا بانسی تیلا تھا۔اسے وہ انجانے میں ہاتھ میں
پکڑے ہوئے تھا اس نے میرے پاؤں پر پھیرا۔۔۔میرے نتھنے میری چھاتی
سے لگ گئے۔''(10)

کیونکہ اس ناول میں جنس نگاری کے پہلو کو زیادہ اجاگر کیا گیاہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ناول پتہ ور لوگوں کی زندگی کا بڑا عکاس ہے۔اس لیے اس میں آزاد مہدی نے جنس پہلو کو بڑی فنکارانہ انداز میں پیش کیاہے۔ایک بڑے سسر کی اپنی جوان بہو کے ساتھ مباشرت اور جنسی لذت کو روزانہ کی بنیاد پر پورا کرنا کو بیان کیا گیاہے۔انسان کو اپنے نفس پر قابو پانے کا حکم دیا گیاہے لیکن یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ جنسی طور پر اس پر قابو نہیں پاسکتاہے اور اپنی ہواس کو پورا کرنے کے لیے وہ سب کچھ کر بیٹھاتاہے جو جائز بھی نہیں ہوتاہے۔جس طرح اس ناول میں بوڑھے سسر کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔جو اپنی بہو کے ساتھ کرتاہے۔رملہ یاک واقعہ سناتی ہے کہ:

''اس نے میری کمر پر پیار کیا پھر آہستہ سے میری قمیض کو کمر سے اوپر کیا۔۔۔
میرا ازماہٹ سے گوندھا بن جس کی سفیدی ناقابل فراموش تھی اس کی
حیرت میں اضافہ کرگئی۔اس کی آنکھوں میں بلا کی خوش بختی کی توانائی جھلک
رہی تھی۔میں نے سیاہ رنگ کی انگیا پہن رکھتی تھی۔میرے گورے رنگ
اور انگیا کے سیاہ رنگ کے تضاد نے اسے جنونی بنادیا۔جیسے وہ پاگل ہورہاہو۔
جانوروں کی طرح سانس لینے لگا۔''(11)

اقبال نے کیا تھا کہ وجودزن سے کائنات میں خوبصورتی ہے۔یہ بات توسچ ہے۔کائنات میں اگر عورت نہ ہوتی یہ کائنات اتنی خوبصورت نہ ہوتی مگر ہم نے ہمیشہ عورت کو اخلاقی اور معاشرتی طور پر اپنے فائدہ کے لیے استعمال کیاہے۔

تلخ حقیقت یہ ہے کہ مردوں نے ہمیشہ عورت کا استحصال کیا اور ہمیشہ اسے اپنے فائدے کے لیے استعمال کیاہے اور لالچ میں آکر اسے بے آبرو کیا حالانکہ عورت ایک باوفا اور خوبصورت چیز کا نام ہے۔اس ناول میں بھی یہ چیز دیکھنے کو ملتی ہے کہ کس طرح وہ بوڑھا شخص اپنی بہو کو ایک لڑکے کے سامنے پیش کرتاہے جس نے اس کے کچھ پیسے دینے ہوتے ہیں۔

''ایک دن عجیب بات ہوئی کہ اس کے ساتھ قصہ کا ایک نوجوان جو سیدھا سادھا تھا گھر آیا میرے سسر نے اس سے کچھ روپے لیے تھے اس نے ہنس کر راضی کیا کہ گھر کا خرچہ کیسے برداشت ہو گا۔''(12)

عورت جسم فروشی کی طرف بعض اوقات ارادی طور پر نہیں آتی ہے۔ جب ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے اور کوئی راستہ نہیں ملتا تو وہ اس طرف چلی جاتی ہے۔ ہمیشہ اس جرم میں پھنستی چلی جاتی ہے اس ناول میں رملہ کے ساتھ بھی کچھ اس طرح کے حالات ہوتے ہیں اس کا سسر بیمار ہو جاتا ہے اس کی دوائیوں اور گھریلو ضرویات کے لیے وہ اس پیشہ میں مکمل طور پر چلی جاتی ہے۔

انسان بعض اوقات اتنا بے بس اور مجبور ہو جاتا ہے اس کے پاس موت کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہوتا ہے آزاد مہدی کے ہاں بھی ہمیں اس طرح کے موضوعات دیکھنے کو ملتے ہیں اس ناول کا جو مرکزی کردار ہے وہ پیشے سے اعتبار دلال ہے اور ہمارے میں اس طرح کے لوگوں کی کوئی عزت نہیں ہوتی ہے ریل گاڑی میں سارے حالات و واقعات پیش انے کے بعد لاٹی انتہائی مایوس ہو جاتا اور اس کے اوپر بے بسی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ بار بار وہ خود کشی کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ مصنف اس کی کیفیت کچھ یوں بیان کی ہے:

''لاٹی کو گھٹن زیادہ ہونے لگی۔ اس کا بدن گرم ہونے لگا اس کے اندر ایک نامعلوم خیال کہ مجھے خود کو گاڑی سے گرادینا چاہیے۔ میں ہمیشہ کے لیے سرد ہو جاؤ گا۔۔۔ اس نے سوئی ہوئی لڑکیوں کی طرف خفیہ انداز میں دیکھا۔ تم پر لعنت۔۔۔ ہمیشہ سوتی رہو۔''(13)

ناول میں لاٹی جیسے کردار کے ذریعے بے بسی اور ندامت کے پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے کہ بعض اوقات انسان اپنے پیشے اور لوگوں کے رویوں سے کس قدر مایوس ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ حالانکہ یہ انسانی فطرت ہے ایک انسان لوگوں کی باتوں سے مایوس ہو جاتا ہے۔ لیکن اس میں اتنی بے بسی ہے کہ ایک انسان موت کی تمنا کرنے لگتا ہے۔

یاد ماضی سے مراد پرانی روایات سے وابستہ رہنے کا نام ہے داستان قصے، خیالوں میں کھوئے رہنا اور انہی پر نوحہ گری کرتے رہنا ہے انگریزی میں اس کے لیے Nastalgia کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ آزاد مہدی ماضی کے حوالے سے کافی سنجیدہ نظر آتے ہیں۔ انہوں نے اپنے ناولوں میں اس پہلو کو اجاگر کیا ہے۔ وہ اپنے بچپن کے واقعات کو بھولے نہیں اور انہوں نے ناول کے ذریعے ان واقعات کو دوہرایہ ہے۔ جس طرح لاٹی ایک واقعہ جو ماضی کے حوالے سے ہے کچھ اس طرح یاد کرتا ہے۔

''اس دروازے پر کھڑا ہونے سے ڈھلوان کے نیچے کھیت اور پگڈنڈیاں نظر آتی تھیں ہمارے پچھواڑے میں پرے کھیتوں کے درمیان چند نئے گھر

تعمیر ہوئے تھے ان کے پاس شیشم کے درختوں کا ایک جھنڈ بھی تھا۔ جس
کے نیچے ان گھروں کی مرغیاں اور بکریاں پھرتی رہتی تھیں۔''(14)

انسانی فطرت ہے انسان ہمیشہ اپنے ماضی سے جڑا رہتا ہے۔ وہ عمر کے کسی حصے میں چلا جائے اور کسی اور جگہ چلا جائے۔ وہ اپنے گزرے ہوئے لمحات کو یاد کرتا ہے۔ چاہیے وہ اچھے ہوں یا برے ہوں اگر اچھے ہوں تو اس کے لیے باعث سکون ہوتے ہیں۔ اگر تلخ ہو تو انسان ان کو یاد کر کے شرمندگی محسوس کرتا ہے اس ناول میں بھی ہمیں دو طرح کی روایات ملتی ہیں جیسے لاٹی اپنے بچپن کے بارے میں بتاتا ہے:

''بچپن میں ان بھائیوں جیسا رہا ہوں جو چھوٹے موٹے لالچ میں بلکہ ایک
پیڑی کے بدلے عاشق کا خط اپنی بہن کو پہنچا دیتے ہیں۔''(15)

لاٹی کا بچپن بھی اس طرح کے کہیں واقعات سے گزارا ہے۔ جس میں اس نے اس طرح کے کام کیے ہوں۔ وہ عمر کے اس حصے میں اگر ان کو یاد کر رہا ہے۔ وہ اپنے ماضی کو یاد کر کے اپنے اور اپنی بہن کے عاشق کی کہانی بھی بتاتا ہے۔ کس طرح وہ اپنی بہن کو اس کے عاشق کے پاس لے جاتا ہے تھا۔

''انہی ایام میں بڑی بہن پر قریب کی فیکٹری کا ایک کلرک عاشق ہو گیا۔ میں
نے اس محبت میں ایک معاون کی حیثیت اختیار کر لی۔ میری عمر اس وقت
تقریباً نو سال تھی۔۔۔ میں۔۔۔ میں'' وہ ہچکچایا اس کے چہرے پر سرخی آ
گئی۔''(16)

اس ناول میں آزاد مہدی نے بچپن سے وابستہ لاٹی کی تلخ یادوں کو ہمارے سامنے پیش کیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں اکثر اس طرح کے واقعات دیکھنے کو ملتے ہیں۔ بچوں سے اس طرح کے کام لیے جاتے ہیں۔ ہم خود ان سے یہ کام کرواتے ہیں پھر وہ اس کے عادی ہو جاتے ہیں اور غلط راہ اختیار کر لیتے ہیں اسمیں وہ اچھے برے کی تمیز بھول جاتے ہیں اور نوجوانی میں ان کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے جس طرح اس ناول کا لاٹی کا کردار ہے وہ ''دلالی'' کا پیشہ اختیار کر لیا ہے۔

ہمارے معاشرے میں دھوکہ بازی کا رواج عام ہے اور لوگ مختلف معاملات میں ایک دوسرے کو دھوکہ دینے اور بے وقوف بنانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ہیں بعض یہ بھی دیکھنے کو ملا صرف چند پیسوں کے لالچ کی وجہ لوگ دوسروں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ رسم ہمارے معاشرے کا قصہ بن چکی ہے اس میں ہم پوری پھنس چکے ہیں اس ناول میں بھی آزاد مہدی نے دھوکہ دہی کو موضوع بنایا ہے۔ لاٹی کا ملازم صرف پیسوں کے لالچ میں آکر اپنے ملازم مالک سے چوری املہ کی ملاقاتیں دوسرے لوگوں سے کرواتا اور اچھی خاصی رقم لے کر اپنی جیب میں ڈالتا ہے:

'' خادم علی رملہ کی بے بسی اور عارضی قیام کو جان چکا تھا۔ وہ اس داؤ پر تھا کہ
اسے اپنے رنگ میں رنگ لے اور لاٹی آقا سے دغا کرنے لگے۔''(17)

لاٹی کا ملازم جس کا نام خادم علی ہے۔ وہ ملہ کی باہر کے لوگوں سے ملاقاتیں کرواتا ہے ان سے پیسے لے کر اپنی جیب ڈال دیتا ہے اور اپنے مالک سے دغا بازی کرتا ہے۔ دھوکہ دراصل غیر حقیقی امکان ہے۔ دھوکہ دینے والا کسی کو بندوق کی نوک پر دھوکہ نہیں دیتا بلکہ وہ صرف اپنی زبان، افعال اور منظر نامہ سے سامنے والے کا اعتماد جیت لیتا ہے یعنی وہ ایک بازی گر جس کی بازی گری کا شکار ہی اصل قصوروار ہے۔ جبتک ہم اس نکتہ کو تسلیم نہیں کر لیتے دھوکہ دینے والے دیتے رہیں گے اور کھانے والے کھاتے رہیں گے۔

اس ناول میں بھی آزاد میں نے اس پہلو کو اجاگر کیا ہے۔ خادم علی کا وہ عمامہ بیچ دینا جو اس کے مالک نے کسی کی امانت رکھی ہوتی ہے۔ یہ معاشرے کی تلخ حقیقت یہ بھی ہے ہمیں دھوکہ وہ ہی لوگ زیادہ دیتے جو ہمارے زیادہ قریبی ہوتے ہیں۔

> ''خادم علی کو اچانک یاد آیا کہ لاٹی ادھر ہے کیوں نہ اس کے کمرے میں فوری جا کر عمامہ چرا لیا جائے۔''(18)

آزاد مہدی کا شمار جدید ناول نگاروں میں ہوتا ہے۔ اس حوالے سے ان کے ناولوں میں موضوعات کا تنوع موجود ہے۔ عصرِ حاضر میں معاشرتی خامیوں کو انہوں نے بڑی باریک بینی سے بیان کیا ہے۔ ''دلال'' بحیثیت مجموعی ایک معاشرتی ناول ہے۔ جو بدلتے ہوئے سماج اور اس کی تبدیلی کے عمل میں آڑے آنے والے عوامل، خصوصاً معیشت سے جڑے رشتوں کی کتھا بیان کرتا ہے۔ آزاد مہدی کا شمار جدید اور معاصر ناول نگاروں میں ہوتا ہے۔ ان کا عصری سماجی شعور ان کو دوسرے معاصر ناول نگاروں سے ممتاز کرتا ہے۔ ان کے اس ناول میں پاکستانی معاشرے کی سماج کے حوالے سے تلخیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ آزاد مہدی نے بڑی فنکارانہ انداز میں خود کلامی کی تکنیک کو استعمال کیا ہے۔ ساری رات اسٹیشن پر گزارنے پر جس میں بہت سی چیزیں واضع ہوتی ہیں۔ جن کو آزاد مہدی نے بڑی باریک بینی سے دیکھا ہے اور اپنے اس ناول میں بیان کیا ہے۔

اس ناولٹ کا بنیادی موضوع انسانیت کا پرچار ہے۔ انسانوں کے بے جا قتل کو حرف تنقید بنایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ اور بھی موضوعات کو برتا گیا ہے ان موضوعات کی جڑیں بھی احیا انسانیت سے ہیں۔ آزاد مہدی چونکہ ایک ایسے ناول نگار ہیں جو سماجی حوالے سے تلخ حقیقتوں کو اپنے ناولوں میں بیان کرتے ہیں جن میں ایک انسانیت کا دکھ انہوں نے بے گھری کا بھی بیان کیا ہے ہمارے معاشرے میں ہزاروں کی تعداد میں ایسے لوگ ہیں جن کے پاس گھر نہیں ہیں۔ جو اپنی راتیں سڑکوں، لاری اڈوں اور ریلوے اسٹیشن کی انتظار گاہوں پر گزارتے ہیں۔ آزاد مہدی بھی اس دکھ کا نوحہ اپنے اس ناول میں بیان کرتے ہیں:

> ''انہوں نے اپنی قمیض اتار کر اپنے قریب فرش پر رکھی ہوئی تھی ان کی بے جان چھاتیوں پر خستہ حالی ٹپک رہی تھی۔ ان کے پرے ایک نوجوان، جوان کا ساتھی معلوم ہوتا تھا دیوار کے فرش پر لیٹا ہوا تھا۔''(19)

اس ناول میں ایسے کردار دکھائے گئے ہیں جو بے گھر ہونے کی وجہ سے بہت سے مسائل کا شکار ہیں۔ جو رشتوں کے تقدس کو جانتے ہیں مگر رشتوں کی قربت سے دور ہیں، جو ماضی میں اپنے رشتوں کو کھو چکے ہیں اور لاوارثی کی زندگی گزار رہے ہیں ان کی موت اور زندگی کی کس کو فکر نہیں ہے۔

> ''ان کے پیچھے ایک لاش جس کے بازوں فرش پر گھسٹتے چلے آرہے تھے اور خون کے موٹے موٹے قطرے فرش پر گر رہے تھے۔۔۔ یہ لوگ میرے ساتھیوں کی نسل سے تھے۔ بے گھر اور لاوارث۔ جو اس رات باہر پلیٹ فارم کے جنوبی حصہ میں سو رہے تھے سوتے میں اس قاتل نے جس کا گریبان اس دبلے پتلے نوجوان نے پکڑ رکھا تھا قتل کر دیا۔'' (20)

آزاد مہدی کا شمار ان ناول نگاروں میں ہوتا ہے جنہوں نے سماجی شعور کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ آزاد مہدی کے اس ناول میں ہمارے معاشرے میں ہونے والی سماجی تلخیوں کو بیان کیا ہے، اور انسانی معاشرے میں پائی جانے والی ناہمواریوں کو بیان کیا ہے۔ آزاد مہدی کا شمار دورِ حاضرہ کے جدید ناول نگاروں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے دورِ حاضرہ میں پائے جانے والے مسائل کو بڑی کڑی نظر سے دیکھا ہے۔ جیسا کہ اس ناول میں ناول نگار نے بچوں کے بچوں نے ساتھ دو طرفہ رویے کی بات کی ہے کس طرح ہم اپنی اولاد میں فرق کرتے ہیں۔ یہ ہمارے معاشرے کی ایک تلخ حقیقت ہے جس کو ناول نگار نے بیان کیا ہے۔ اس ناول میں ''میں'' کا کردار اپنی ماں کی بچن ناقدری کی بات کرتے ہوئے بتاتا ہے:

> ''وہ تنہا اپنی کمسنی کو ساتھ لیے اس صحن میں اکیلی پھرتی رہتی۔ جب اسے پتہ چلتا کہ میری بڑی بہنیں گھر کے کس حصہ میں کھیل رہی ہیں؟ وہ وہاں پہنچ جاتی اور انہیں دیکھ کر خوش ہوتی۔ خوشامد بھرے چہرے سے اُن کے ساتھ بیٹھ جاتی۔ کسی لمحہ ان کے کھیل میں حصہ لینے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھاتی تو اسے فوراً جھڑک دیا جاتا۔'' (21)

اس کے علاوہ اس ناول میں آزاد مہدی نے ہمارے معاشرے کی ایک اور تلخ حقیقت کو بیان کیا ہے۔ جو بہت عام ہے۔ ایک مرد اپنی بیوی کے ساتھ مار پیٹ کرتا ہے اور ہم ہمیشہ اپنی بیٹی کو یہ نصیحت کرتے ہیں اب وہ تیرا گھر ہے تو نے ''ادھر ہی رہنا ہے'' اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں تم نے سب کچھ برداشت کرنا ہے حالانکہ کے ایسا نہیں ہونا چاہیے اگر بلا وجہ اگر اس کا شوہر اس پر ظلم ستم کر رہا ہے تو ہمیں یہ دیکھنا چاہیے اگر ازدواجی رشتے کی بات کی جائے۔ تو میاں بیوی کا ایک خوبصورت رشتہ ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں دور حاضرہ میں جو مسائل پیدا ہو رہے ان میں ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے۔ ہم نے اپنے بیویوں کی ناقدری شروع کر دی ہے۔ ہم نہ بھول جاتے ہیں وہ بھی ایک عورت ہے اس کے بھی جذبات ہیں اس کی بھی ایک زندگی ہے۔ آزاد مہدی اس کے بارے میں اس طرح اپنے اس ناول میں بیان کرتے ہیں:

”یہ ہنر میں نے اپنی ماں سے سیکھا تھا۔ جو شوہر سے پیٹنے کے بعد برتن مانجھتے ہوئے اس کی آنکھیں ساتھ ساتھ آنسو گراتی جاتیں۔ میں نے ان آنسوؤں کو اوپلوں کی راکھ پر برتنوں میں نہلاتے ہوئے۔ اس کی کلائیوں پر گرتے دیکھا ہے۔“(22)

ایک تخلیق کار کے طور پر آزاد مہدی نے اس المیے کو اپنے اس ناولٹ میں بڑی ہنر مندی سے بیان کیا ہے۔ ان کا کمال مہارت حاصل ہے وہ براہِ راست واعظ پر نہیں اتر آتے وہ اپنے کردار کی مدد سے اپنے مقصد کو بیان کرتے ہیں۔ آزاد مہدی کی ناول نگاری میں سماج کی عکاس بنیادی نکتہ ہے انہوں نے سماج کا مشاہدہ اور مطالعہ بڑی باریک بینی سے کیا ہے۔ وہ اپنی تحریروں میں سماجی مسائل کا اظہار داخلی اور خارجی سطح پر کرتے ہیں۔ اس ناول میں بھی انہوں نے زندگی کی محرومیوں اور تلخ رویوں کو اپنی کہانی میں بیان کیا ہے۔ ان کے ہاں مذہبی انتہا پسندی اور تشدد کا رویہ ان کی کہانی میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ ہم مذہبی طور انتہا کی جنونیت رکھتے ہیں۔

”اس نے پتہ بھی نہیں چلنے دیا کہ اٹھ کر ایک زوردار طمانچہ اس کے چہرے پر گڑ دیا۔ ”کافر۔۔۔ بکواسی جو منہ میں آتا ہے کہتا چلا جاتا ہے۔ پھر وہ واپس بڑبڑاتا ہوا بینچ پر جا کر بیٹھ گیا۔ بیٹھنے کے بعد مسلسل آتشی دیدوں سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔“(23)

آزاد مہدی عصری شعور اور عصری ماحول سے بھرپور آگاہی رکھتا ہے۔ مذہبی ہمارے معاشرے کا اہم پہلو ہے اور اسی سے ہی ہماری زندگیاں متاثر ہوتی ہیں۔ ہمارے معاشرے کے لوگ قدامت پسند ہوں یا جدیت پسند مذہب کے حوالے سے سخت عقیدت مندرویا رکھتے ہیں وہ اس مسئلے پر نرمی اپنانے پر تیار نہیں ہیں آزاد مہدی بھی اسی ناول میں مذہب کی سختی پر طنز کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اس ناول طنز کو یوں بیان کرتے ہیں:

”کہیں مذہبی سے ٹکر نہ لے لینا۔ اکیلے رہ جاؤ گے۔۔۔ سب کچھ چھن جائے گا۔ پھر جس چیز پر بھی ہاتھ رکھو گے۔ یہ کہتے ہوئے کہ ”یہ میری ہے“ تو مذہبی تم سے یہ کہہ کر چھین لیں گے۔ ”یہ تمہاری نہیں خدا کی ہے“ حتیٰ کہ چار پائی تک لے لیں گے جیسے خدا سونا پسند کرتا ہے اور وہ نیند کا دلدادہ ہے۔۔۔ تم اس لطف کو نہیں روک سکتے جو انسان انسان کو اذیت دینے میں حاصل کرتا ہے وہ یہ سن کر اداس لہجے میں بوالا! میں بھلا اب اس سے زیادہ اکیلا کیا ہوں۔“(24)

مصنف نے مذہبی تشدد پسند رویے اور عدم برداشت کو اس ناول میں موضوع بنایا ہے۔ ہر فرقہ اپنے عقیدوں کو فروغ دے رہا ہے۔ آزاد مہدی ایک تخلیق کار کے طور پر سماجی شعور پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہیں جس کی زد میں ہماری پوری قوم ہے۔ انہوں نے ناولوں میں ہر طرح کے پہلو پر بات کی ہے اس ناول میں بھی وہ ناانصافی پر بات کرتے نظر آتے ہیں خاص کر کے عورتوں کے حقوق کے ساتھ ناانصافی جو ہمارتے معاشرے کا وتیرہ بن گیا ہے۔ سندھ میں عورتوں کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں کو اپنے ناول میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

> ''مگر سندھ کا لوہا کسی کو تسلیم نہیں کرتا۔ وہ اپنے قدیم غصے کا ہی حامی ہے میں نے اسی سہ پہر سندھ چھوڑ دیا۔ مجھے تو کوئی خوف نہ تھا۔ مسئلہ اس کی حیات کا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ یہ لوہا عورتوں کے تعاقت میں بڑا سبک ہے سندھ کا دریا جسے سمندر تک رسائی حاصل ہ اپنی لہروں پر ہزاروں دوشیزاؤں کے سروں کو اچھالیتا رہتا ہے۔ امید ہے کہ ایک دن یہ پانی عورتوں سے ہار جائے گا۔''(25)

آزاد مہدی کے ہاں محبت کا پہلو دیکھنے کو ملتا ہے لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں ہمارا معاشرہ اس چیز کو تسلیم نہیں کرتا ہے۔ بلکہ یہ کہ لیں یہ ایک جرم ہے۔ اسی قسم کی صورت حال آزاد مہدی نے بھی اپنے اس ناول میں اجا گر کی ہے۔ اس ناول کا کردار اپنی محبت کی کہانی سناتا ہے۔ وہ اپنی محبوبہ کو گلاب دیتا ہے اور اس کی دوست واپس اس کو ایک خط دیتی ہے جس میں لکھا ہوتا ہے یہ میرا سندھ ہے اور میں اس کی بیٹی ہوں جہاں مرنے کے لیے ایک محبت اور دوسری ایک کلہاڑی کافی ہے۔ یہ ہمارہ معاشرے کی سب سے ہماری لڑکیوں کے ساتھ بڑی ناانصافی ہے۔ ہزاروں لڑکیاں غربت کے نام پر قتل ہو جاتی ہیں اس کے برعکس ایک لڑکا یہ حق رکھتا ہے جو مرضی کرے اس کو پوچھنے والا کوئی نہیں ہے۔ آزاد مہدی نے بھی اس طرح کی صورتِ حال میں اپنے اس ناول میں واضح کی ہے۔

ناول ''ایک دن کی زندگی'' ہمارے ماحول میں عورت کے کردار کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح ایک عورت مختلف رویوں کا سامنا کرتی ہے اس میں ایک عورت کی بے بسی کے بارے میں لکھا گیا ہے، ایک ایسی عورت کے بارے میں بیان کیا گیا ہے جو رزق کی خاطر اپنا جسم لوگوں کے سامنے پیش کرتی ہے۔ اس ناول کا مرکزی کردار ایک عورت ہے جو لاہور کے ایک محلے میں رہتی ہے، اپنا جسم بیچ کر اپنا پیٹ پالتی ہے۔ یہ اس راستے پر اکیلی سفر کرتی ہے۔ ایک شریف خاندان سے اس کا تعلق ہوتا ہے۔ شادی کامیاب نہ ہونے کی وجہ سے اس کام کی طرف آجاتا ہے۔ یہ ہمارے معاشرے میں اکثر اسی طرح ہوتا ہے۔ درزی اور ماشکی کا فرض دیتا ہوتا جو اسے بہت تنگ کرتے ہیں۔ فکر روزگار اور قرض کی ادائیگی کی وجہ سے اکثر پریشان رہتی ہے اس ناول میں مرکزی کردار جس کو فاحشہ کا نام دیا گیا ہے۔ بنیادی اہمیت کا حامل ہے یہ پوری کہانی اس کے گرد ہی بُنی گئی ہے مجبوریاں اور بے بسی اس راستے پر لائی ہیں۔

آزاد مہدی کا شمار جدید ناول نگاروں مین ہوتا ہے۔وہ معاشرے کو گہری نظر سے دیکھتے اور پھر ان مسائل کو اپنے ناولوں میں بڑی باریک بینی سے پیش کرتے ہیں اس ناول میں بھی انہوں نے ایک عورت کے روپ کو مختلف زاویوں سے بیان کیا ہے کس طرح ایک عورت پر مختلف طریقوں سے ظلم و ستم کیے جاتے ہیں۔ان ظلم کا احساس نہ تو عورت کو پاتی ہے اور نہ کرنے والے اور وہ اپنے آپ کو بے بس محسوس کرتی ہے۔اس ناول میں آزاد مہدی نے ایک پیشہ عورت کے کردار کو پیش کیا ہے۔جو معاشی حالات سے مجبور ہے اور زیادہ گاہک آنے کی تمنا کرتی ہے۔کیونکہ اس کام میں خوبصورتی بنیادی اہمیت کی حامل ہے لیکن یہ عورت خوبصورت نہیں اور اپنے آپ سے کہتی ہے:

"جس بات نے اُسے پریشان کیا اور وہ خود سے کہتی رہی کہ کاش میں خوبصورت ہوتی زندگی کے دن اور بھی آسانی سے گزر جاتے۔خوبصورتی کا خیال کبھی اس کی روح سے جدا نہ ہوا۔اس بد قسمتی پر وہ اکثر رو دیا کرتی۔اس لیے اس نے ہمیشہ دوشیزاؤں سے ملنے سے گریز کیا۔" (26)

یہ چیز اسے احساس کمتری کا شکار کرتی ہے۔جس کی وجہ سے وہ ذہنی الجھنوں کا شکار نظر آتی ہے۔جس طرح کا یہ پیشہ ہے اس میں خوبصورتی اور عمر کا بہت عمل دخل ہے۔جس طرح کی یہ عورت اس کی تو خود لوگوں کے پاس چل کر جاتی ہیں آزاد مہدی اس ناول میں کچھ یوں لکھتے ہیں:

"میرے جیسی عورت تو خود چل کر لوگوں کے پاس جاتی ہے تاکہ چند روپے مل جائیں جس سے میں اپنی زندگی کو بحال رکھ سکوں ہر دو دن روٹی کماتے ہوئے گزر جائے جس دن میری سانس ختم نہیں ہوتی۔"(27)

آزاد مہدی نے اس ناول میں ایک فاحشہ کا کردار جو احساسِ کمتری کا شکار ہے کے طور پر پیش کیا ہے لیکن یہ کردار اپنے آپ کو مضبوطی،خوبصورتی سے بہتر بناتا ہے جس کی کشش سے گاہک اس کے پاس زیادہ آتے ہیں۔مضبوطی،خوبصورتی کے پیش در مسائل معاشی حالات آجاتے ہیں تو اس طرح ہمارے معاشرے میں ایک عورت کو ہزاروں مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اس ناول کا مرکزی کردار بھی ہمارے سامنے اس طرح کے مسائل کا شکار نظر آتا ہے۔وہ رزق کی خاطر یہ پیشہ اختیار کرتا ہے تو اس کے سامنے بدصورتی کا مسئلہ آجاتا ہے اگر وہ اس کو میک اپ کے ذریعے دور کرنا چاہتی ہے تو معاشی حالات اس کے آڑے آجاتے ہیں اور قرض جو اس نے اپنے آپ کو خوبصورت بنانے کے لیے درزی اور ماشکی کے پیسے دینے ہوتے ہیں۔ یہ کردار بنیادی طور پر ہمیں ذہنی تناؤ کا شکار نظر آتا ہے۔

آزاد مہدی اس کے بارے میں کچھ یوں لکھتے ہیں:

"اس نے بھوک اور تنگدستی کو ختم کرنے کے لیے ایسے ہی جذبے کا سہارا لیا اور تصور میں ماہ صیام کے باریک چاند کو بادل کے ایک ٹکڑے سے کچھ دور فاصلے پر دیکھا اسے ایسا لگا جیسے فقط اسے ہی دیکھ رہا ہے اس کو چھپانے کے لیے

اپنے خیال کی ہمت سے بادل کو اس کے آگے دھکیل دیتا کہ یہ زمین والوں کو دکھائی نہ دے۔''(28)

اس ناول میں آزاد مہدی نے عورت کے مختلف روپ بیان کیے اور مختلف عورتوں کے مختلف مسائل ہیں۔ جس طرح پیشہ ور عورت کے لیے خوبصورت ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح اگر خوبصورت عورت ہے۔ اس ناول میں آزاد مہدی نے دوشیزاؤں کے جو کردار پیش کیے وہ اس پہلو کی عکاسی کرتے ہیں۔ جو اس عورت کے اوپر والی منزل میں رہتے ہیں ان کی وجہ سے فاحشہ احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتی ہے اور اپنے دل ہی دل میں سوچتی ہے کاش میں بھی اتنی خوبصورت ہوتی تو میرے پاس بھی لوگ آتے اور میں بھی امیر ہو جاتی۔ جو اوپر والی منزل میں دوشیزائیں رہتی ہیں وہ اپنے حسن کی وجہ سے لوگوں کے ساتھ برا سلوک کرتی انہیں اس بات کا غرور ہوتا ہے اور دوسری عورتوں کو طنز کا نشانہ بناتی ہیں۔ یہ فاحشہ جب ان کے پاس میک اپ کا ڈبہ لینے جاتی ہے تو وہ اسے کہتی ہیں آپ ہمیں پہلے کمر سے قمیض اتار کر کے دیکھائیں۔ جس کا مقصد اس کی تذلیل کرنا ہوتا ہے وہ اس کا مذاق کچھ اس طرح بناتی ہیں:

''ایسی آنکھیں کس نے دیکھی ہیں؟ کومل نے اس کی دائیں آنکھ پر اپنی نرم و سفید انگلی رکھ کر کہا۔ سب کی ہنسی دوبالا ہو گئی، انمول نے اپنی ہنسی کو دباتے ہوئے کہا۔ ''یہ ہرنی کی آنکھیں ہیں۔''

''ان کی ہنسی دوگنی ہو گئی۔''(29)

اس ناول میں آزاد مہدی نے مختلف شکلوں میں عورت کے ساتھ ہونے والے ظلم و زیادتی کو بیان کیا ہے۔ جس طرح وہ خوبصورت دوشیزائیں ایک و عرت کے کپڑے اتار کر اس کے خدوخال کا مذاق بناتی ہیں۔ اس سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے ایک عورت ہی دوسری عورت کے لیے اذیت کا سامان مہیا کرتی ہے۔ عورت اپنی ہم جنس کی دی ہوئی اذیت کے ہاتھوں مجبور اور بے بس ہوتی ہے بعض دفعہ تو زندگی ختم بھی اسی وجہ سے ہو جاتی ہے۔ اس طرح کی اذیت کے واقعات ہمیں اس ناول میں بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔

آزاد مہدی اس طرح لکھتے ہیں:

''یا اللہ۔۔۔! یہ میری کمر نہ دیکھیں۔'' اس نے دل میں کہا۔ لیکن وہ باز نہیں آئیں انہوں نے یک زبان ہو کر کہا ''لاجواب ہے اسے ضرور دیکھنا چاہیے۔ اس نے فوراً کمر پر ہاتھ رکھ لیا تاکہ اسے نہ دیکھا جائے۔ وہ ان سے بس اتنا کہنے میں کامیاب ہوئی کہ ''میں تھوڑی سی لبوں کے لیے سرخی لینے آئی ہوں، میرے پاس وقت نہیں پھر کبھی دکھا دوں گی۔۔۔ اگر تم خود شرم محسوس کر رہی ہو تو ہم خود اتار دیتی ہیں۔ انمول نے کہا اور وہ سب مل کر اسے برہنہ کرنے لگیں وہ انہیں روک نہیں سکی۔''(30)

یہ ہمارے معاشرے کی ایک تلخ حقیقت ہے۔ انسان نے جانوروں پر اتنا ظلم نہیں کیا جتنا ایک انسان نے دوسرے انسان پر کیا ہے۔ عورت دوسری عورت کی دشمن بن جاتی ہے۔آزاد مہدی کے اس ناول میں جنسی اور شہوانی جذبات کا بیان بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ چونکہ اس ناول کا موضوع ایک فاحشہ عورت کی زندگی ہے تو آزاد مہدی نے اس میں جنسی عناصر کو بھی شامل کیا ہے۔اردو ادب میں جنس نگاری بطور موضوع برتا جارہا ہے ناول نگاری میں یہ موضوع بہت عام دیکھنے کو مل جاتا ہے۔آزاد مہدی کے اس ناول میں جنسی رجحانات بہت زیادہ ہیں۔ جنسی کشش ایک نفسیاتی مسئلہ ہے جس کا شکار ہمارے معاشرے کا ہر فرد ہے۔ جنسی خواہش کو پورا کرنے کے لیے ہر فرد کہیں نا کہیں جارہا ہے۔آزاد مہدی اس ناول میں اسی چیز کو موضوع بنایا ہے:

> ''اس کے جانے کے بعد اس نے کپڑے پہنے، کنڈی لگائی اور تخت پوش پر لیٹ گئی۔ دیا بجھنے کے قریب تھا۔ جس کی روشنی بمشکل اس چھوٹے اور بدصورت پاؤں تک آرہی تھی۔اُس کے اُبھرے ہوئے پیٹ کا سایہ اس کے بائیں جانب اُونٹ کی کوہان کی طرح اس کے پہلو کے قریب گدے پر پڑ رہا تھا۔انگیا سرہانے کی جانب، ٹیک لگانے والے تختہ پر رکھی ہوئی تھی۔ جسے اس نے دوبارہ نہیں پہنا تھا۔ دونوں پستان اپنی اپنی جگہ سے بغلوں کی طرف لڑھک گئے اُس نے انہیں سینہ پر رکھنے کی کوشش کی وہ پھر بغلوں کی طرف ڈھلک گئے۔،،(31)

ہمارے معاشرے میں ایک پوشیدہ برائی جو جنسیات ہے ناول نگار نے اسے بہترین انداز میں فاحشہ جیسے کردار سے نمایاں کیا ہے۔اس ناول میں آزاد مہدی اس طرح لکھتے ہیں:

> ''اگر دیکھا جائے تو اس کے بدن میں سارا کمال اس کی انگیا کا تھا جو اس کی چھاتی کو کنواری کا سینہ بنا دیتی تھی۔،،(32)

آزاد مہدی نے ہمارے معاشرے میں بڑھتے ہوئے جنسی رجحانات اور اس سے وابستہ لوگوں کو اپنے اس ناول میں بڑے فنکارانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ انہوں نے اپنے ناولوں میں ان لوگوں کو موضوعِ سخن بنایا ہے جن کے متعلق اکثریت عامہ کی سوچ منفی ہوتی ہے مگر آزاد مہدی اس زاویہ نظر کے مخالف ہیں وہ کسی برائی کو دیکھتے ہیں تو اس کے محرکات پر جاتے ہیں ایسا ہو رہا ہے تو کیوں ہو رہا ہے۔

ناول میں فاحشہ کے قرض خواہوں کے بارے میں بھی بتایا گیا ہے جس میں تہذیبی عناصر کو مدِ نظر رکھا گیا ہے فاحشہ کے دو قرض خواں میں ایک کا پیشہ ماشکی اور دوسرا درزی ہے ماشکی پانی گھروں میں پہنچانے کا کام کرتا ہے عام طور پر کافی جگہوں سے زیرِ زمین پانی خراب نکلتا ہے، تو لوگ باہر سے پانی منگواتے ہیں یہ قرضی دار بھی فاحشہ کا پیشے کے اعتبار سے یہ کام کرتا ہے۔''وہ اپنے پیشے کو بڑا قیمتی خیال کرتا تھا لیکن پانی کی بابت لوگوں کی ناقدری اسے احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیتی

تھی۔" کہانی میں جہاں بھی استعمال کی چیزوں کا ذکر ہوا تو ان چیزوں کے حوالہ سے بھی تہذیبی عناصر کو اولیت دی گئی ہے یعنی مختلف چیزوں کے بنانے کے حوالہ سے جو چیز مشہور ہے اس کا ذکر بھی بڑے خوب صورت انداز سے پیش کیا ہے:

"یہ میک اپ کا ڈبہ کومل کو ایک جاگیر دار نے چنیوٹ سے فرنیچر والے کاریگر سے بنوا کر بھیجا تھا۔"(33)

ان طبقوں کے لوگوں کے لباس کے حوالہ سے بھی تہذیبی عناصر کو مدِ نظر رکھا گیا ہے کہ مختلف طبقہ کے لوگ کس طرح کا لباس پہنتے ہیں فاحشہ کا عاشق جو ریڑی بان تھا اس کے لباس کے بارے میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"آخر وہ اپنی تلخی کو دباتے ہوئے پہنے ہوئے قمیض کے دامن کو اٹھایا جس کے نیچے سلوکہ پہن رکھا تھا اس کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔"(34)

اس ناول میں آزاد مہدی نے بڑے خوبصورت انداز میں کردار کے ذریعے تہذیبی عناصر کو پیش کیا ہے۔ جس سے کہانی میں ایک حسن پیدا ہوا ہے۔ اس ناول میں ظلم و ناانصافی کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس ناول کا مرکزی کردار بھی اسی صورتِ حال کا شکار ہے۔ اُس کردار کے ساتھ استحصالی رویوں کے ساتھ ظلم و ستم اور ناانصافی کے واقعات بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ایک فاحشہ عورت جو جسم فروشی کا کام کر رہی ہے وہ ناانصافی کی وجہ سے اس کام میں آئی ہے، کیونکہ شادی کے بعد اس کا شوہر وفات پا جاتا ہے اور اس کے بھائی اس سے لاتعلق کر دیتے ہیں، یہ ظلم اور ناانصافی اس کے رشتے داروں نے اس کے ساتھ کی ہے جس کی وجہ سے وہ اس منفی کام کی طرف آئی ہے کیونکہ جب ایک عورت کے پاس رزق کے سارے راستے بند ہو جاتے ہیں تو اپنے جسم کو رزق کا ذریعہ بناتی ہے۔

دوسرا ظلم جو ہمارا سماج کرتا ہے۔ عورت کو منفی کردار کے طور پر اس کا احوال بیان کیا گیا ہے۔ یہاں تک ان سے جاندار ہونے کا حق بھی چھین لیا جاتا ہے۔ ان کے احساسات اور جذبات کا خیال نہیں رکھا گیا۔ اس عورت کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا ہے جو ایک جانور کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس سلوک کا اندازہ آپ اس واقعہ سے بھی لگا سکتے ہیں۔ فاحشہ کے قرض لینے والے ہوتے ہیں اس کی موت کے بعد بھی اپنے قرض کی وصولی کے لیے تماشا بناتے ہیں۔

"اگر وہ کہتا آپ کے کہنے پر نہ جاگی تو میں اس دھوکے باز کو نہیں چھوڑوں گا۔۔۔ وہ تمہاری مرضی۔"(35)

اس ناول کا مرکزی کردار مکمل طور پر استحصال کا شکار ہے۔ اس کے علاوہ اس سے وابسطہ کردار بھی بنیادی طور پر استحصال کا شکار ہیں۔ یہ فاحشہ اس پیشہ سے وابستہ ہونے کے بعد بھی استحصال کا شکار نظر آتی ہے۔ لوگ اس سے زندگی جینے کا حق بھی چھین لیتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو ضمنی کردار ہیں وہ بھی اپنے استحصالی رویوں کا بیانیہ ہیں جن میں بوڑھا۔۔۔ بار اور مصور کا کردار شامل ہے۔ یہ کردار احساسِ کمتری کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے ساتھ ہونے والے ظلم و ستم کو فنکارانہ انداز میں اپنے آپ کو نارمل رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس ناول میں ایک کردار ماشکی پانی دینے والے کا بھی ہوتا ہے۔ جس سے فاحشہ نے 18 مشکیں لی ہوتی ہیں جن کا قرضی فاحشہ نے ابھی ادا نہیں کیا ہوتا ہے۔

''دروازہ نہ کھلنے پر اس کا چہرہ سرخی مائل ہو گیا اور آنکھیں نیلی ہو گئی جن پر
چھوٹے چھوٹے دیدے تھرک رہے تھے مجھے جننے والی کی قسم میں یہاں سے
نہیں جاؤں گا۔''(36)

اس کے علاوہ اس ناول میں درزی کا کردار بھی اُسی کشمش میں پایا گیا ہے۔وہ اس عورت کے گھر کے چکر لگا کر تھک گیا ہے۔ آزاد مہدی نے بڑے احسن انداز میں کرداروں کی نفسیات کو بیان کیا اور ان کے ساتھ ظلم و ستم کو بیان کیا ہے۔

حوالہ جات

1. صغیر احمد،ڈاکٹر،اُردو ناول کا تنقیدی جائزہ1980ء کے بعد،دہلی:ایجو کیشنل ہاؤس،2015ء،ص39
2. آزاد مہدی:''میرے لوگ'' ڈان بکس،لاہور،1998ء،ص74
3. ایضاً،ص181
4. ایضاً،ص34
5. ایضاً،ص32
6. ایضاً،ص34
7. ایضاً،ص174
8. آزاد مہدی:''دلال'' اپنا ادارہ،لاہور،2003ء،ص23
9. ایضاً،ص24
10. ایضاً،ص25
11. ایضاً،ص26
12. ایضاً،ص26
13. ایضاً،ص75
14. ایضاً،ص82
15. ایضاً،ص83
16. آزاد مہدی:'' اُس مسافر خانے میں'' تخلیقات پبلی کیشنز،لاہور،2007ء،ص21
17. ایضاً،ص35

18.ایضاً،ص26-27
19.ایضاً،ص31
20.ایضاً،ص75-76
21.ایضاً،ص73
22.ایضاً،ص45
23.آزاد مہدی:"ایک دن کی زندگی" سانجھ پبلی کیشنز،لاہور،2015ء،ص14
24.ایضاً،ص17
25.ایضاً،ص26
26.ایضاً،ص84
27.ایضاً،ص85
28.ایضاً،ص24
29.ایضاً،ص17
30.ایضاً،ص18
31.ایضاً،ص14
32.ایضاً،ص87
33.ایضاً،ص127
34.ایضاً
35.ایضاً
36.ایضاً